اردو کا پہلا منظوم سفر نامہ

ثمینہ گُل

ABSTRACT:
Prose travelogs are very important in Urdu Literature. Apart from prose travelogs, there are some very important poetic travelogs too. Researchers have especially emphasised on the origin of this genre recently. In this article, the first poetic travelog has been discussed briefly.

اردوادب میں نثری سفر نامے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں نثری سفر ناموں کے ساتھ ساتھ منظوم سفر نامے بھی لکھے جاتے تھے ۔ موجودہ دور میں محقیقین نے اس طرف توجہ مبذول کرائی تو سب سے پہلے منظوم سفر نامے کی تلاش شروع ہوگئی ۔ڈاکٹر نواز کاوش نے قاضی عارف حسین کا منظوم سفر نامہ ''گلزارِ عرب '' (غیر مطبوعہ)کو پہلے منظوم سفر نامے کے طور پر پیش کیا ڈاکٹر نواز کاوش کا مضمون ''اردو کا پہلا منظوم سفر نامہ'' بہاولپور کا سہ ماہی مجلہ' الزبیر' سفر نامہ نمبر میں شائع ہوا۔

قاضی عارف کا یہ منظوم سفر نامہ 1886ء میں لکھا گیا تھا۔یہ منظوم سفر نامہ حج کا منظوم سفر نامہ ہے اور قاضی عارف حسین نے یہ منظوم سفر نامہ حج سے واپسی پر لکھا تھا۔جب کہ ڈاکٹر قدسیہ قریشی نے اپنے P.hd کے مقالے ''انیسویں صدی کے سفر نامے '' میں ''مثنوی نادر '' کو پہلا منظوم سفر نامہ قرار دیا ہے۔یہ منظوم سفر نامہ1824 ء میں تحریر کیا تھا۔ نواب اعظم جاہ والی ارکاٹ کے سفری حال کے ساتھ ساتھ شاعر کی مختصر حالاتِ زندگی اور اہلیان سفر ضروریات سفر کو بیانیہ انداز میں تحریر کیاگیا ہے۔ یہ منظوم سفر نامہ بھی زیارات مقدسہ کی غرض سے کیا گیا تھا۔

جب میں نے تحقیق کا سفرشروع کیا تو معلوم سے نا معلوم تک رسائی کے لیے کھوج کی اور ان ہی راستوں پر چلتے ہوئے نیا راستہ تلاش کر لیا۔ میری تحقیق کے مطابق میر کی مثنوی''نسنگ نامہ'' پہلا منظوم سفر نامہ ہے ۔میر تقی میر کی اٹھاسی سالہ زندگی محر ومیوں کی ایک طویل داستان ہے جس میں بے دماغی، بے طاقتی، مفلسی، عشق میں ناکامی ، بے گھری اور دربدری کے واقعات موجود ہیں نا مساعد حالات اور معاشی پریشانیوں نے انہیں ذہنی کرب میں مبتلا رکھا۔میر نے ان تمام حالات کے پیش نظر کئی سفر کئے ان کے اسفار کی تفصیل'' ذکر میر'' میں موجو د ہے ''ذکر میر '' میں لاہور ،دہلی، فرخ آباد،آگرا،سکرتال، کرنال کے اسفار کی تفصیلات ملتی ہیں۔ میر اپنے ارد گرد کے حالات سے خوب واقف نظر آتے ہیں۔اوراس بات کا اظہار ان کی شاعری میں ملتا ہے ۔مثنوی ''نسنگ نامہ'' ایسے ہی حالات کی حقیقت نگاری ہے ۔

میر تقی میر کی وفات کے ایک سال بعد ہی فورٹ ولیم کالج نے ’’کُلیاتِ میر‘‘ مرتب کرکے شائع کی اس کے بعد لکھنؤ سے ۱۸۶۷ اور ۱۸۷۶ ، میں ایک ایڈیشن شائع ہوئے ان کو نول کشور نے شائع کیا۔ کلیاتِ میر کا ایک ایڈیشن ۱۹۴۰ میں شائع ہوا اس نسخے کو مولانا عبدالباری آسی مرحوم نے مرتب کیا ان سب میں مثنوی نسنگ نامہ موجود ہے اس کے علاوہ نظموں کا انتخاب ’’ مناظر قدرت‘‘ حیدر آباددکن سے الیاس برنی نے شائع کیا اس کا پہلاحصہ ۱۹۱۹ میں اور دوسرا ۱۹۲۰ میں شائع ہوا ’’مناظر قدرت‘‘ میں صفحہ نمبر ۱۲۴ پر سفر نامہ میر کے نام سے نظم شائع کی گئی ۔ جو مثنوی نسنگ نامہ سے منتخب کر دہ اشعار ہیں۔ مثنوی نسنگ نامہ میرکی ان دنوں کی تخلیق ہے جب احمد شاہ ابدالی نے دلی پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد جاٹوں، مرہٹوں اور روہیلوں نے مغلیہ سلطنت کو ختم کیا۔ اس میں ہر شخص انتشار افراتفری اور بدنظمی کا شکار تھا اور دلی سے نکلنے کاسوچ رہا تھا میر کوبھی وزیر الملک آصف الدولہ نے بلایا تھا وہ ان ہی کے کہنے پر لکھنؤ گئے تھےمیر تقی میر دلی سے لکھنؤ گئے تو انہیں کرنال کے گاؤں نسنگ سے بھی گزرنا پڑا اس علاقے میں کچھ دن قیام کیا۔ مثنوی نسنگ نامہ میں وہ اپنے سفر اور قیام کے تجربات ، مشاہدات پیش کر تے ہیں۔ ۱۷۷۱ سے ۱۷۸۶ء تک کا زمانہ میر کی معاشی بد حالی کا زمانہ تھا وہ بے روز گار تھے لہذا وہ کئی سرداروں سے بھی مدد کے طلبگار ہوئے لیکن مایوسی مقدر رہی۔

شمس الرحمن فاروقی نے میر کی تلخ زندگی کا تجزیہ اس طرح سے بیان کیا ہے:

’’ہماری تاریخ میں میر کے علاوہ کوئی بڑا ایساشاعر نہیں جس نے ایسے سردگرم دیکھے ہوں جو جنگوں میں شریک رہا ہو جس نے بار بار ترک وطن کیا ہو جس نے بادشاہوں اور فقیروں کی صحبتیں اٹھائی ہوں‘‘(۱ (

مسافر کا سفر جبری اور سیاح کا سفر اختیاری ہوتا ہے چنانچہ کوئی بھی شاعر یا ادیب اگر مسافر ہے اس کے راستے کے تمام مناظر بوجھ اور دشوار لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جبری کیے گئے سفر میں مسا فر تھک جاتا ہے جبکہ سیاح شوق سے سفر کرتا ہے اور راستے کی تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے سامنا کرتا ہے۔ وہ کائنات کے مناظر کو تجسس اور تشکیلی نظر سے دیکھتا ہے ہر منظر کا سیاسی ، نظریاتی اور معاشرتی پس منظر اپنے مشاہدے میں لاتاہے۔ میر بھی زندگی اور فن کو الگ الگ نہیں سمجھتے ۔ جس قسم کے حالات ہوئے ہیں میرنے خود کو ان حالات کا حصہ بنالیاجس طرح کی کیفیات سے گزرتے اسے اپنی زندگی کا جزو مان لیا جمیل جالبی کے مطابق ۔

’’میر شکار کے نقشے میں جنگلوں کی تصویریں جانوروں کی چلت پھرت شکار کی گھما گھمی کو اس طور پر پیش کر تے ہیں کہ عشقیہ مثنویوں سے یہ بالکل الگ رنگ معلوم ہوتا ہے ‘‘ (۲(

منظوم سفر نامہ محض واقعات کا ہی بیان نہیں۔ زبان، لفظوں کا چناؤ، تسلسل، روانی،بحر اور تاثریت ان نظموں کا طرہ امتیاز ہے جس میں سچی اور کڑوی حقیقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ منظوم سفر نامہ ایک مرقع نگاری ہے اور مرقع نگاری داخلی یا خارجی جذباتِ انسانی مناظر قدرت کو اکٹھا کرنا ہے۔ میر اپنی ذات کے حصار میں قید نہیں رہا بلکہ اردگر دزندگی کے بکھرے ہوئے حالات پوری طرح باخبر

تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے عہد کی گرتی ہوئی حالت کا ذکر ’’ذکرمیر‘‘ مثنوی خواب و خیال‘‘ اور نسنگ نامہ میں کیا ہے۔

حسن عسکری کے رائے کے مطابق:

’’میرکے دماغ میں اتنی طاقت تھی کہ صرف عشق کے تجربات یا ذاتی تجربات نہیں صرف ’’شاعرانہ‘‘ تجربات بھی نہیں بلکہ زندگی کے بہت سے چھوٹے اور بڑے مختلف نوعیت رکھنے والے تجربات پر ایک ساتھ غور کر سکے ان سب کو ملا کر ایک عظیم تجربے کی شکل دے سکے‘‘(۳(

میر نے مثنوی نسنگ نامہ میں کمال ہنر کا مظاہر کیا ہے ان کی یہ مثنو ی زندگی کی تلخ اور سچی حقیقتوں کی آئینہ دار ہے۔ مثنوی نسنگ نامہ کا ذکر محمد حسین آزاد نے بھی آب حیات میں کیا ہے او ان کے سفر کی نشاندہی اس طرح سے کی:-

’’میر ایک امیر کے ساتھ سفر پر گئے اس میں انہوں نے برسات کی تکلیف دہ رستے کی مصیبت کو بیان کیا اس سے یہ بھی قیاس کر سکتے ہیں کہ ہمارے ہم وطن ہمیشہ سے سفر کوآفت سمجھتے تھے‘‘(۴(

درد ناک اور تکلیف دہ واقعات میرکی زندگی کا حصہ رہے ہیں مثنوی ’’نسنگ نامہ‘‘ ایسے ہی عہد شکستہ اور ٹوٹتی تہذیب کی داستان ہے جب دلی پر مرہٹوں نے ظلم ڈھائے تھے۔ ڈاکٹر جمیل چالبی میر کے سفر کے بارے میں یوں لکھتے ہیں۔

’’میر راجہ ناگرمل کے ساتھ ۱۱۸۵ھ/ ۱۷۷۱ء میں دلی آئے اور ۱۷۸۲ ء میں آصف الدولہ کے بلانے پر لکھنؤ گئے شاہ عالم ثانی بھی اسی سال دلی آئے تھے گو یا یہ مثنوی دہلی کے زمانہ قیام ۱۷۸۶ ء کے درمیان میں لکھی گئی‘‘ (۵(

میر نے شہروں کو لٹتے دیکھا، بستیوں کو ویران ہوتے دیکھا ان کے سامنے سلطنتیں،باد شاہوں کے تخت و تاج خاک میں ملے یہ ساری تباہی میر کی ذاتی تباہی کے ساتھ ساتھ ان کے احباب اور معاشرتی و تہذیبی روایات کی بھی تباہی تھی وہ اس منظوم سفر نا مے میں زند گی کے حقا ئق کا بغور مشا ہد ہ کر تے ہیں اور اپنے سا تھ سفر کر نے والو ں کی نفسیات و عا دا ت کا ذکر بھی کر تے ہیں وہ اپنے سا تھ سفر کر نے والے بنیئے کا ذکر کر تے ہینوہ سفر میں کسی سے بات نہیں کر کے اور اشا رۃً قدرت سے یہ کہنا کہ ’’ دیوان کو دریا میں پھینک دو‘‘ اس بات کی علا مت ہے کہ میر کو سفر میں کوفت ہو رہی تھی میر نے اپنے سفر میں درد انگیز لمحا ت گزارے اس مثنو ی میں جا بجا اُس دور کی معاشرت قصبو ں اور شہر وں کے معا شرتی کی حا لا ت عام لو گو نکی زند گی اور سفر کر نے کے طور طر یقے بیان کیے ہیں۔

مثنو ی’’ نسنگ نامہ‘‘ کے آغاز میں ہی وہ اپنے سفر کی مشکلا ت کا ذکر کر تے ہیں انھو ں نے اپنا سفر مو سم برسات میں کشتی کے ذریعے شروع کیا تھا انھو ں نے راستے میں آ نے والے تمام علا قو ں کا ذکر اپنے منظوم سفر نامے میں کیا ہے غا زی آباد، میر ٹھ اور نسنگ کے راستے میں کیچڑ تھا میر کو اس را ستے سے خا صی تکلیف ہوئی۔ میر نے ایک حویلی میں قیام کیا۔ یہ میر کے سفر کا آغاز تھا۔ میر کو کئی بستیو ں سے گزر نا پڑا انھو ں نے اپنے منظوم سفر نا مے میں تمام بستیو ں کا الگ الگ

تجز یہ بیان کیا ۔ انھینگز رتے ہو ئے جن مشکلا ت کا سا منا کر نا پڑا انھوں ان مشکلا ت کو بھی نظم کیا۔

اک گڑھی بود و باش کو پائی
کچھ نہ کھانے کو جس میں کھائی
پھوٹی پھاٹی سی چار دیواری
اور میدان تھی گڑھی ساری
کھنڈر اس میں تھے تین چار مکان
جن کا گرنے پر سخت ہے میلان (۶(

کو ئی بھی سفر نامہ اپنے عہد کے سا تھ جڑا ہو ا ہو تا ہے وہ اس دور کے طبقے اور ذہنی رویو ں کو ظا ہر کر تا ہے۔ وہ وہ جن علا قو ں سے گز رے ان علا قو ں کی منظر کشی کی۔ انھو ں نے علا قو ں کی ویرا نی اور معا شر ت کو بھی اپنی مثنو ی کا حصہ بنا یا ہے۔ میر کا ایک ایسی بستی سے بھی گز ر ہو ا۔ جہا ں لو گ بسے بسا ئے گھر چھو ڑ گئے۔ ویران گھر وں میں کتو ں نے گھر میں گھس کر آزا دی سے کھا نے پینے کی چیز وں کو خرا ب کیا ہوا تھا۔میر کی با ریک بینی ان کے منظوم سفر نا مہ سے عیا ں ہے انھو ں نے رو ز مر ہ زند گی میں استعمال ہو نے والی اشیا کا ذکر اپنے منظوم سفر نا مے میں کیا ہے۔

کتوں کے چار اور رستے تھے
کتے ہی واں کہے توبستے تھے
سانجھ ہوتے ہی قیامت آئی ایک
شور عف عف سے آفت آئی ایک
گلہ گلہ گھروں میں پھرنے لگے
روٹی ٹکڑے کی بو یہ مرنے لگے
ایک نے ایک دیگچہ چاٹا
ایک آیا سوکھا گیا آٹا
ایک کے منہ میں ہانڈی ہے کالی
ایک نے چھلنی چاٹ ہی ڈالی
تیل کی کپی ایک لے بھاگا
ایک چکنے گھڑے سے جا لگا
ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
پھرپیا آکے تیل جو چھوڑا
گھر میں چھینکے اگر تھے توڑ دئیے
ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دئیے
جاگتے ہو تو دو بدو کتے

سوکر اٹھو تو رو برو کتے
باہر اندر کہاں نہ تھے کتے
بام و در چھت جہاں تہاں کتے (۷(

میر نے اپنے منظوم سفر نا مے میں کسی ایک گھر کی با ت نہیں کی بلکہ اس بستی کے تمام مکینو ں کی طر ز زندگی کو اپنے مشا ہد ا تی اندا ز سے پیش کیا ہے۔ میر کا انسا نو ں کے سا تھ سا تھ جا نو رو ں کی عا دات کا بھی گہرا مشاہدہ تھا انھو ننے اپنے اشعار میں خار جیت کو داخلیت کے سا تھ پیش کیا ہے۔ میر نگر نگر بستی بستی کا سفر کر تے چلے گئے ان کے اس سفر نا مے سے وہ کسی سیا ح سے کم رکھا ئی نہیں دے دئیے تھے مگر ان کا یہ سفر جبری سفر تھا لہٰذا انھوں اپنے اس سفر میں مشکلا ت جو ان کی طبع نا زک پر گرا ں گز رتی رہی اس کا انہو ں نے منظوم سفر نا مے میں اظہا ر بھی کیا ہے:

اور آگے گئے تو تھا بازار
اس میں بنیوں کی تھیں دکانیں چار
ایک کے پاس جو اور کچھ چنے
چھبڑوں میں خاک دھول ایک کنے
ایک کنجڑے پر چار گھٹے پیاز
تُس اس پر ہزار فخر ناز
کیا کیوں مرچ تھی نہ ادرک تھی
اس مچھندر میں کچھ تو بھدرگ تھی
ایک دکان تھی پساری کی
اس نے ہم لوگوں سے بھی یاری کی
اس سے جاکر جو مانگیئے
ہلدی زرد مٹی کو باندھ دے جلدی (۸(

کوئی بھی سیا ح جب کسی بستی سے گز رتا ہے تو وہ چشم دید و اقعا ت کا واحد گوا ہ بن جا تا ہے اور سفر کر نے والا اپنے سفر نا مے میں نا دیدہ علا قو ں کی معلوما ت فرا ہم کر نے کے سا تھ ساتھ اپنا مشا ہد ہ بھی پیش کر تا ہے۔ میرایک اور ایسی بستی سے گز رے جہا ں ایک جھیل تھی وہا ں کی آب و ہوا مر طو ب تھی وہ اس علاقے سے گز رے تو بیمار ہو گئے اور نز لہ کھا نسی میں مبتلا ہو گئے۔ بر سا ت میں جھیل خرا ب ہو گئی اور سفر مز ید دشوار ہو گیا۔

’’آ س پا س اُ س گڑ ھی کے آئی جھیل
گم ہو بر سا ت میں طر یق سبیل
اس سے وا ں کی ہوا بہت مر طو ب
ہو ئے نز لہ زکام بے اسلو ب
کتنے زرو ں میں ہو تی ہے کھا نسی

ایسی جیسے گلے میں دے پھانسی (۹(

میر نے ان علا قو ں میں رہنے والو ں کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا یا ان کا یہ منظوم سفر نا مہ احسا س جذبات اور لہجے کی کڑا ہٹ کو محسوس کر وا تا ہے اور یہی لہجے کی کڑا ہٹ بیان کو دلچسپ اور مو ثر بنا تی ہے۔ رام بابو سکینہ کے مطابق:

’’میر صاحب کے بیشتر نشتر مشہور ہیں مگر سچ پو چھئے ان کے ہا ں صد یا اشعار ایسے نکلے جن میں حقیقی شاعری کے اوصاف بد رجہ احسن مو جو د ہیں‘‘ (۱۰(

میر نے اس عہد میں بو لی جا نے والی زبان اور مر وج طر زِ تحریر میں بیان کیا ہے انھو ں نے تمام بو ل چال، محا ورات کے استعمال کو ادب ی حیثیت دلوا ئی ۔

’’طرزِ اظہار کے لحا ظ سے میر کی سا دگی اور سہل الممتنع ضرب المثل کی حقیقت اختیار کر چکی ہے۔ جذ بے کا رچائو اور احسا س کی گھلا و ٹ اسا سی خصو صیت ہیں اشعار میں گفتگو اور مکا لمہ کا انداز ’’ تکیہ‘‘ کی فضا ہے الفاظ کی تر تیب سے صو تی آہنگ پیدا کر نا اہم وصف ہے۔ اس مقصد کے لیے انھو ں نے ہندی کے سبک اور رواں الفا ظ کے استعمال سے پر ہیز نہیں کیا (گڑ ھی ، کیچ ، ٹک، تسیہ) جیسے لفظو ں کو استعمال کیا ہے ایسے الفا ظ جو میر یا ان کے معا صر ین کے ہاں مستعمل تھے اب وہ متروک ہیں‘‘ (۱۱ (

میر اپنے تمام ہم عصر شاعروں میں فصاحت و بلاغت میں نمایاں مقام رکھتے ہیں ان کے کلام میں سادگی صفائی اور روزمرہ کی پابندی پائی جاتی ہے میر کے بیان میں تازگی،شگفتگی،خیال میں بلندی اور ندرت ،جدت جیسی خوبیاں موجود ہیں۔ میر نے عام اور روز مرہ کی زبان کو اپنی مثنویوں میں استعمال کیا اور تخلیقی سطح پر اس میں ادبیت پیدا کرکے اظہار قوت میں غیر معمولی اضا فہ کیا۔ جو اس دور کا دوسرا کو ئی شا عر نہیں کر سکا ان کا یہ منظوم سفر نا مہ آغاز سے انجام تک لمحہ لمحہ گز ر نے والے واقعا ت کو تر تیب سے پیش کر تا ہے۔۔ انھو ں نے،منا ظرکی عکا سی کر تے ہو ئے اپنی شا عرا نہ بصیرت کو بھی بیدار رکھا۔ میر کے ہا ں جو لمحہ گیری، و سعتِ خیالی اور تجر با ت سے معمور تخلیقی مفالیت اس کی شا عر انہ بصیرت ہے۔ انھو ں نے منا ظر قدرت، واقعا تِ زند گی اور حقیقت نگاری کی با عث عام انسان کی زند گی کی تصو یر کشی کی ہے۔ عام انسا نی ذہنی کیفیت کو پر کھا اور اس دور کی بھر پو ر عکا سی کی۔ان کا یہ منظوم سفرنامہ آغاز سے انجام تک لمحہ لمحہ گز ر نے والے واقعا ت کو تر تیب سے پیش کر تا ہے۔

میر کی آپ بیتی ’’ذکر میر‘‘ اور ’’خواب و خیال ‘‘ بھی کسی خواب و خیال کا بیان نہیں ہے بلکہ واقعات نگاری ہے انھوں نے اس مینبھی اپنے اسفار کی واردات قلبی کو سفری نظموں کی صورت میں پیش کیا ہے ان وقتی حالات و واقعات سے ہر خاص و عام دوچارہوتا ہے مگر جب ایک خاص شخص ہی ان واقعات کو ہر ایک کے لیے لطف کا ذریعہ بنا سکتا ہے اورمیر نے ان حالات کو اپنے انداز بیان کی بدولت ہمیشہ کے لیے زندہ و جاوید کر دیا میر کے کلام میں حیرت انگیز طور پر حقیقت نگاری کوواضح کیا ہے جس طرح سمندر کی سطح میں پوشیدہ لہریں موجزن ہوتی ہیں اسی طرح میر کا کلام اپنے اندر تہہ در تہہ کیفیات رکھتا ہے ۔ کیفت عشق میں میر کے ہاں لطف و مسرت ہے ،یا سیت و ناامیدی ہے ،

ناکامی و مایوسی جیسی کیفیات ملتی ہیں ان کی شاعری میں ظریفانہ کیفیات کے بھی چند نمونے موجود ہیں مگر میر کی مثنویوں میں میر کی کیفیات تبدیل ہو جاتی ہیں ۔وہ افتاد میں اپنے ارد گرد کے حالات کو مد نظر رکھتے ہیں۔اپنے گھر کی خرابی کا حال لکھنا، برسات میں در پیش سفر کو آنکھوں کے سامنے بے سرو سامانی ،بیزاری اور ادر گرد کے حالات سے دل پر اثر کرنے والے مناظر کو لکھنا میر کی باقی تمام شاعری سے مختلف ہے اس سے میر کی قوت مشاہدہ اور واقعات کے بیان کرنے کی قدرت کا پتہ چلتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) عبادت بریلوی، مرتبہ: کلیاتِ میر، کراچی ،اردو دنیا، ۱۹۵۸ء، ص۳۲

(۲) الیاس برنی، مرتبہ: مناظرِفطر ت ،جلد دوم،حیدرآباد دکن: جامعہ عثمانیہ،۱۹۱۰ء، ص۱۲۷

(۳) شمس الرحمٰن فاروقی، شعر ِشور انگیز،جلد اوّل:دلی، ترقیِ اردوبیورو ۱۹۹۰ء :ص۳۲

(۴) محمد حسین آزاد، آبِ حیات،لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۳ء، ص۲۵۰

(۵) جمیل جالبی، تاریخِ ادب اردو،جلد دوم، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ص۶۳۳

(۶) عبادت بریلوی، کلیات ِمیر، ص۹۶

(۷) محمد یار گوندل،ڈاکٹر، مثنویاتِ میر، فیصل آباد: مثال پبلشرز،۱۹۱۰ء،ص ۱۱

(۸) رام بابو سکسینہ، تاریخِ ادب اردو، مترجم؛ مرزا محمد عسکری،لاہور: بک ٹاک، ۲۰۱۳ء،ص ۱۸۶

(۹) جمیل جالبی،ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو،جلد دوم، ص:۱۸۶

(۱۰) الیاس برنی،مرتبہ: مناظر فطرت، جلد دوم، ص۱۲۸،۱۲۷

(۱۱) ایضاً ، ص۱۲۸

/....../